قوانین کے اصول و مبادی، ان کے عام نظریات، اور اختلاف و اتفاق کے وجوہ و اسباب پر مشتمل ہو گی۔ احکامِ فوجداری کے موازنہ سے مَیں نے اس کام کی ابتدا کی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کام میں میری مدد فرمائے اور مَیں اسے پایۂ تکمیل تک پہنچا سکوں۔ اس کے بعد توفیق دے کہ احکامِ دیوانی کا بھی اسی طرح تقابلی مطالعہ پیش کر سکوں۔ واللہ المستعان وبہ التوفیق۔

۲۔ حصۂ اول کے مضامین | اس حصے کو مَیں نے احکامِ فوجداری عام کے لیے مخصوص کر دیا ہے حصۂ دوم میں انشاء اللہ احکامِ فوجداری خاص سے بحث ہو گی۔

۳۔ شریعت اور قوانین کے درمیان موازنہ کی حدود | مَیں نے اس بات کی پوری پوری کوشش کی ہے کہ ہر چھوٹے بڑے موضوع کے تمام اصول و مبادی کا پورا پورا موازنہ کر لیا جائے۔ مَیں نے چاہا کہ اس طرح اگر ایک طرف قاری کے علم میں ہر چھوٹے بڑے موضوع پر شریعت کے تمام و کمال احکام آجائیں اور قوانینِ موضوعہ کے ساتھ ان کے اختلاف و اتفاق کی حدود بھی وہ جان لے، تو دوسری طرف ان لوگوں کے لیے بھی کسی اعتراض کی گنجائش نہ رہے جن کے دماغوں میں ٹیڑھ اور دلوں میں روگ ہے۔ اور انہیں یہ کہنے کا موقع نہ ملے کہ فلاں موضوع کیوں لیا گیا اور فلاں کیوں چھوڑ دیا گیا۔

قانون اور شریعت کا موازنہ کرتے ہوئے مَیں نے قانون کے ابتدائی طور طریقوں کو نہیں لیا ہے۔ نہ ساتویں صدی مسیحی کے قانون اور اس صدی کے اوائل میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل شدہ شریعت کے درمیان موازنہ کیا ہے۔ اس لیے کہ ان زمانوں میں قانون اس سطح پر تھا ہی نہیں کہ شریعتِ اسلامی سے اس کا موازنہ کیا جا سکتا۔ بلکہ مَیں نے موازنہ کیا ہے تو اپنے اس دور کے قانون اور شریعت کے درمیان کیا ہے۔ ایک تغیر پذیر اور لوگوں کے بقول مسلسل ترقی کی راہ پر گامزن اور درجۂ کمال کی طرف بڑھنے والے قانون اور تیرہ صدیوں پہلے کی شریعت کے درمیان کیا ہے۔ جو نہ زمانۂ ماضی میں کبھی تغیر و تبدل کا شکار ہوئی اور نہ مستقبل میں ایسا ہو سکتا ہے۔ شریعت کا مزاج ہی کچھ ایسا ہے کہ وہ تغیر و تبدل سے ابا کرتا ہے۔ اس لیے کہ وہ اللہ کی جانب سے ہے۔ اور

کلماتِ الٰہی میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ولا تبدیل لکلمات اللہ اور اس لیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی ہے۔ اُس اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی جس نے ہر چیز پوری خوبی کے ساتھ بنائی ہے اور اس کے بنانے کے بعد نہ مزید خوبی پیدا کرنے کی کوئی گنجائش ہو سکتی ہے اور نہ حاجت۔

اس طرح ہم قانون کی جدید ترین اور شریعت کی قدیم ترین آراء و نظریات کے درمیان تقابل و موازنہ کر رہے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں قابلِ تغیر جدید اور ناقابلِ تغیر قدیم کو پہلو بہ پہلو جانچ رہے ہیں۔ اور اس جانچنے کے بعد ہم یہ دیکھیں گے اور محسوس کریں گے، کہ ثابت و جامد قدیم دم بدم تغیر پذیر جدید سے بہتر ہے۔ شریعت اپنی قدامت کے باوجود جدید قوانین سے کہیں زیادہ بلند مرتبہ ہے کہ دونوں کا آپس میں کوئی موازنہ ہی نہیں ہو سکتا۔ قوانینِ موضوعہ باوجود اپنی ساری تغیر پذیریوں اور نئی نئی رایوں اور اصول و نظریات کو اپنانے کے شریعت سے ابھی پست سطح پر ہی ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ بعض لوگ اس پر متعجب ہوں، اور ہماری یہ بات انہیں انوکھی لگے۔ موجودہ دور میں حق کچھ ایسا ہی اجنبی ہو کر رہ گیا ہے کہ اکثر لوگوں کو اس پر تعجب ہوتا ہے، اور وہ اسے صحیح ماننے پر تیار نہیں ہوتے۔ لیکن اگر کسی کو اللہ نے عقل و دانش سے نوازا ہے اور قوتِ فیصلہ دی ہے، تو اس کے لیے اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔ حق و باطل اور غلط اور صحیح کو پہچاننا اس کے لیے کوئی مشکل نہیں۔

جدید، قدیم سے بہر حال بہتر ہوتا ہے، لیکن یہ اس وقت جب کہ انسانوں ہی کے بنائے ہوئے قدیم و جدید کا موازنہ ہو۔ اس کے برخلاف اگر انسانی دماغ کے "جدید" کا مقابلہ، اللہ کے بنائے ہوئے قدیم سے کیا جائے تو یہ جدید اس قدیم کے پاسنگ بھی قرار نہیں پا سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے موسیٰ و عیسیٰ اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بنایا اور ان پر توریت، انجیل اور [illegible] کیا۔ اللہ تعالیٰ کے ان برگزیدہ بندوں کے مقابلے میں کیا ہم غیر رُسل سے کسی اور کو پیش کر سکتے ہیں، جن کا ان سے موازنہ کیا جا سکے؟ بلکہ کیا کسی انسان کے بس میں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان کے پیش کردہ کلام کی طرح کوئی کلام ہی پیش کر سکے؟

اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین پیدا کیے۔ سورج اور چاند کو ہمارے لیے مسخر کیا۔ ہمیں عدم سے وجود میں لایا۔ صنعت وکارکردگی کے یہ اعلیٰ نمونے کیا کسی انسان کے بس کی بات ہو سکتے ہیں؟ پیدا کرنا تو رہا ایک طرف، ایک بڑی اکثریت ہے جو ان کی حقیقت ہی سمجھ نہیں سکتی۔ عقل اس بات کو تو قبول کر سکتی ہے کہ ایک مخلوق کی صنعت کو دوسرے مخلوق کی صنعت کے مقابلے میں رکھا جا سکتا ہے۔ لیکن مخلوق کی صنعت کو خالق کی صنعت کے مقابلے میں رکھنے سے اسے صاف انکار ہوگا۔ اور یہ بے جوڑ موازنہ عقل کے لیے ناقابلِ قبول ہوگا۔ اس لیے کہ وہ ان دونوں میں کھلا اور بیّن فرق دیکھتی ہے۔ اور ان دونوں صانعوں میں بھی کوئی نسبت نہیں ہے۔ بہت ہی بڑا اور واضح تفاوت دونوں کی صانعیت میں ہے۔ جس طرح عقل مادّی صنعتوں میں یہ فرق دیکھتی اور محسوس کرتی ہے، اسی طرح وہ اللہ کی بنائی ہوئی شریعت اور انسانوں کے بنائے ہوئے قوانین میں بھی ایسا ہی فرق پا سکتی ہے۔ اگر بعض لوگوں کی عقلیں اس ظاہر فرق کو نہیں جان سکتیں تو ایسے لوگوں کو ہماری پیش کردہ حقیقتوں پر تعجب کرنے کے بجائے، اپنی عقلوں پر ماتم کرنا چاہیے کہ وہ کیوں ایک محسوس اور واقعی حقیقت کا ادراک نہیں کر رہی ہیں، اور ان بدیہیات کو سمجھنے سے کیوں قاصر ہیں۔

۴۔ فقہی مذاہب، جن سے موازنہ کیا گیا | قارئین دیکھیں گے کہ میں نے موازنہ میں کسی ایک ہی فقہی مذہب کو نہیں لیا ہے۔ بلکہ چاروں مشہور فقہی مذاہب، مالکی، شافعی، حنفی اور حنبلی کے احکام پر اس موازنہ کی بنیاد رکھی ہے۔ جس موضوع پر بھی بحث کی ہے اس میں ان چاروں مذاہب کے احکام پیش کر دیے ہیں، اور کوشش کی ہے کہ کہیں ان مختلف مذاہب میں رایوں کا اختلاف ہو تو اس اختلاف کی بنیاد بھی واضح کر دی جائے۔ تاکہ پڑھنے والا ہر مذہب کے نقطۂ نظر اور اس کی سند سے واقف ہو۔

۵۔ مذاہب اربعہ کی حد تک بحث کو محدود رکھنے کی وجہ | میری یہ دلی خواہش تھی کہ بعض دوسرے مشہور مذاہب، مثلاً شیعہ، خوارج اور ظاہریہ کا بھی مطالعہ کروں۔ لیکن اپنے حالات و وسائل

اور وقت کی تنگی کی وجہ سے معذور تھا، اور اپنی اس خواہش کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ میری حیثیت سرکاری ملازم کی ہے، اور ملازمت کے فرائض کے اعتبار سے مجھے شہروں سے دُور دیہاتوں میں رہنا پڑتا ہے۔ جہاں کتابیں اور کتب خانے نہ صرف کم بلکہ قریب قریب ناپید ہیں۔ بہت سی ایسی باتیں جو مجھے معلوم نہ ہوسکیں تو اس میں اپنی ذاتی معلومات پر اکتفا کرنا پڑا ہے اور جو تھوڑی بہت معلوم ہوسکیں اور اس کے ماخذ و مراجع دستیاب ہوئے، ان پر قناعت کی ہے۔ کسی شخص کو بھی جو میری طرح کے حالات میں گرفتار ہو، اور جو کچھ وہ چاہتا ہے نہیں پا سکتا، چاروناچار یہی طرزِ عمل اختیار کرنا پڑتا ہے۔

وقت کا مسئلہ میرے لیے سب سے مشکل مسئلہ تھا۔ سرکاری ذمہ داریاں مجھ سے تقریباً سارے ہی اوقات لیتی ہیں۔ اگر میں اپنے روزانہ آرام کے اوقات اور سالانہ چھٹیوں کے دن مطالعہ و تحقیق کے لیے مخصوص نہ کر لیتا تو ممکن نہ تھا کہ اس مشکل سے عہدہ برآ ہو سکتا۔

یہ وجوہات ہوئیں کہ مجھے اپنا مطالعہ مذاہب اربعہ تک محدود رکھنا پڑا۔ دوسرے مشہور فقہی مذاہب کو فی الحال ترک ہی کرنے پر مجبور تھا۔ اللہ نے چاہا تو آئندہ ایڈیشن میں اس کمی کی تلافی کر دی جائے گی۔

۶۔ بحث کی زبان | میں نے بالارادہ فقہاء کرام کی زبان اور ان کے اسلوب میں لکھنا نہیں چاہا ہے۔ اس لیے کہ ایک تو میں ان کے دقیق اور عمیق اسلوب کو اپنانے سے قاصر تھا۔ دوسرے عام قاری کے لیے اس اسلوب کا سمجھنا بھی مشکل ہے۔ چنانچہ میں نے اس زبان میں لکھنے کو ترجیح دی ہے جو زبان کہ قانون دانوں میں مروج ہے۔ البتہ فنی شرعی اصطلاحات میں نے رہنے دی ہیں۔ یا ان کے بالمقابل موجودہ قانونی اصطلاحات بھی دے دی ہیں۔ ماخذ اور مراجع کا میں نے ہر جگہ واضح طور پر ذکر کر دیا ہے۔

اس طرز کا محرک یہ جذبہ رہا ہے کہ ہر پڑھنے والا آسانی کے ساتھ، اپنے ذہن و دماغ پر غیر معمولی بار دیئے بغیر بات سمجھ جائے۔ اس طرح غالباً میں نے فقہ کی پرانی کتابوں کی مراجعت کے بغیر جدید طرز پر شریعت کے مطالعہ کی راہ آسان کر دی ہے۔ بلکہ غالباً اس طرح خود فقہ کی کتابوں کا مطالعہ بھی آسان ہو گیا ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ کے بعد فقہ کی کتابوں کا مطالعہ یقیناً آسان ہوگا۔ اس لیے کہ

فقہ کی کتابیں بڑی دقیق اور جامع زبان میں لکھی گئی ہیں۔ اور سوائے اس کے جو انہیں مسلسل پڑھنے کا عادی رہا ہو اور شریعت کے بنیادی اصولوں سے واقف ہو، دوسروں کے لیے اس کا سمجھنا آسان نہیں۔ یہ باتیں بالعموم جدید طرز پر مطالعہ کرنے والوں میں نہیں ہوتیں۔

اگرچہ میں نے قانونی اسلوبِ بیان کا التزام رکھنے کی پوری پوری کوشش کی ہے، تاہم میں سمجھتا ہوں کہ فقہی طرزِ ادا کے اثر سے اپنے قلم کو آزاد نہ رکھ سکا طویل عرصے تک فقہی کتابوں کے مطالعہ کی وجہ سے فطری طور پر میری زبان اور اسلوب میں ان کا اثر آگیا ہے۔ اور یہ اثر مجھے توقع ہے کہ قاری کے لیے مفید ہی رہے گا، اور اسے فقہی کتابوں کے سمجھنے میں زیادہ مدد دے گا۔

۷۔ فقہاء اور شارحینِ قانون | علماءِ شریعت کے لیے فقہاء اور علماءِ قانون کے لیے شارحینِ قانون کے الفاظ کی تخصیص کا میں نے التزام کیا ہے۔ قارئین اس فرق کو اچھی طرح ذہن نشین کر لیں، تاکہ آئندہ اگر غیر واضح طور پر یہ الفاظ آئیں تو انہیں اشتباہ نہ ہو۔ اس فرق کی اصل وجہ ان ناموں کا اسی طرح مشہور ہو جانا ہے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہر ایک کو اس کے کام کی نوعیت کے اعتبار سے ہی نام دیا گیا ہے۔ شریعت کی زبان میں عالمِ شریعت کو 'فقیہ' کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے، اور قانون کی زبان میں علماءِ قانون کو 'شارحین' کہا جاتا ہے۔ اپنے اپنے کام کے مزاج کے اعتبار سے یہی نام ان کے لیے موزوں بھی ہیں۔ عالمِ شریعت کم تر نصوص کی شرح کرتا ہے اور زیادہ تر ان نصوص سے اصول و قواعد اور نظریات مستنبط کرتا ہے، اور ان پر احکام مترتب کرتا ہے۔ گویا اس کا کام زیادہ تر 'فقہ' (سمجھنا) اور کم تر 'شرح' ہے۔ اسی لیے 'فقیہ' کا لفظ اس کے لیے عام ہو گیا ہے۔ اس کے برخلاف ایک قانون دان کا کام زیادہ تر نصوصِ قانون کی شرح ہے جو بے شمار اور بے حد و حساب ہیں۔ عام نصوص کے اعتبار سے جو اصول و قواعد قرار پاتے ہیں، انہی کی روشنی میں وہ ان کی شرح کرتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ کبھی کبھی کوئی نیا نظریہ یا نیا اصول بھی پیش کر دیتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ کم تر استنباط اور زیادہ تر شرح کرتا ہے۔ چونکہ نصوص بالعموم قابلِ تصور صورتِ حال کے بارے میں نصوص آتی ہیں اس لیے اسے غور و تحقیق اور استنباط کی ضرورت نہیں رہتی۔ اور اسے شرح ہی کرتے رہنا ہوتا ہے۔ یہی

اصل وجہ ہے کہ اس کے لیے شارح کا لفظ مخصوص ہو گیا ہے۔

۸۔ شعبۂ فوجداری سے کام کے ابتدا کرنے کی وجہ | میں نے شعبۂ فوجداری کے احکام کی تشریح و توضیح سے کام کی ابتدا کی ہے، وجہ اس کی یہ ہے، کہ یہ شعبہ شریعت کا سب سے زیادہ مظلوم شعبہ ہے۔ لوگوں نے سب سے زیادہ اسی کو چھوڑ رکھا اور اسی سے بے نیازی برتی ہے۔ ہم اہلِ قانون صرف شریعت کے ایک خاص حصہ 'پرسنل لا' ہی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ شریعت کے تمام احکام بالخصوص دیوانی اور فوجداری شعبوں سے متعلق احکام یک قلم نظر انداز کر جاتے ہیں۔ اس غفلت کے نتیجہ کے طور پر ہم ان دونوں شعبوں سے افسوسناک حد تک بے خبر ہیں۔ تاہم دیوانی شعبہ کی حد تک اتنا ضرور ہے کہ ہمیں اس کے قوانین موضوعہ کے ہم پلہ ہونے کا اعتراف ضرور ہے۔

اس اعتراف کے دو اسباب ہیں۔ ایک تو یہ کہ ارباب قانون بعض دیوانی احکام میں مجبوراً شریعت کی طرف رجوع کرنے پر مجبور ہیں۔ اس لیے کہ ان احکام کی اصل شریعتِ اسلامی سے لی گئی ہے۔ اور یہ اصل نصوص باوجود اپنی قلت کے شریعت کے نقطۂ نظر کو واضح کرتی ہیں۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ محمد قدری پاشا مرحوم نے اپنی کتاب 'بلوغ الحیران' میں امام ابوحنیفہ کے مذہب کے مطابق احکامِ دیوانی اور قوانین موضوعہ کے درمیان موازنہ کر کے شریعت کا سمجھنا زیادہ آسان کر دیا ہے۔ اس میں انہوں نے مصری قانونِ دیوانی کے طرز پر احکامِ شریعت جمع کر دیے ہیں۔ مرحوم کی اس گراں قدر کوشش سے ہر شخص کے لیے شریعت اور قانون کا مطالعہ کرنا آسان ہو گیا ہے۔ ہر کوئی قدیم فقہی کتابوں کو کھنگالے بغیر شریعت اور قانون اور دونوں کے اختلاف اور اتفاق کو جان سکتا ہے۔ اگرچہ اتنی کمی ضرور رہ جاتی ہے کہ جب تک شریعت کے بنیادی اور عام اصول جن پر کہ تمام احکام کا دارومدار ہے، ذہن میں نہ ہوں اور دوسرے مذاہبِ فقہی پر بھی اطلاع نہ ہو، یہ موازنہ صحیح معنوں میں مکمل نہیں کہلایا جا سکتا اور اس نامکمل مطالعہ سے بالعموم صحیح نتائج اخذ کرنا مشکل ہے۔

البتہ جہاں تک شریعت کے شعبۂ فوجداری کا تعلق ہے، ہمارے موجودہ دور کے اربابِ قانون کی غالب اکثریت اس بات پر متفق ہے کہ وہ اس زمانے کے لیے موزوں نہیں۔ موجودہ حالات پر اسے

منطبق نہیں کیا جا سکتا۔ نہ اس باب میں شریعت کے احکام ہمارے قوانین موضوعہ کے ہم پلہ قرار دیئے جا سکتے ہیں لیکن دراصل یہ خیال انتہائی غلط اور گمراہ کن خیال ہے۔ سوائے جہل و بے علمی کے اس کی کوئی بنیاد نہیں۔ بڑی سہولت کے ساتھ ہم یہ فتویٰ صادر تو کر دیتے ہیں۔ لیکن حال یہ ہے کہ اس باب میں شریعت کے احکام سے ہم قطعاً نابلد ہیں۔ مجملاً یا مفصلاً ہم کچھ نہیں جانتے کہ اسلام اس بارے میں کیا کہتا ہے۔

سب سے زیادہ افسوسناک بات تو یہ ہے کہ یہ غلط نظریہ بلکہ "سفید جھوٹ" اور کھلا ہوا بہتان ہمارے طلبہ کے سامنے اس طرح رکھا جاتا ہے جیسے کہ یہ اہل علم اور اصحابِ قانون کا ایک متفقہ فیصلہ ہے۔ جس میں کسی اختلاف کی گنجائش نہیں۔ حالانکہ اس سے زیادہ خلاف واقعہ بات اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ کسی حقیقت کا اس سے زیادہ ڈھیٹھ پنے سے انکار نہیں کیا گیا ہوگا۔ احکام شریعت سے کھلے ہوئے جہل کے باوجود یہ پندار علم بھی تاریخ کا ایک انوکھا واقعہ ہے۔ اگر کوئی حقیقتِ واقعہ معلوم کرنا چاہے اور خود فقہ کی کتابیں اٹھا کر دیکھے تو وہ محسوس کرے گا کہ شریعت اسلامی کا ایک ایک اصول، ایک ایک قاعدہ اور ایک ایک نظریہ اس غلط اور فاسد خیال کے بعید از حق اور خلافِ واقعہ ہونے کی واضح شہادت ہے۔ شریعت اسلامی پکار پکار کر اس بہتان سے اپنی برارت کا اظہار کر رہی ہے۔

ان حالات میں اس غلط اور گمراہ کن خیال کے خلاف جنگ کرنا میں نے اپنا فرض سمجھا۔ اور سب سے پہلے فوجداری قانون پر قلم اٹھایا ہے، جسے غلط طور پر ہم نے چھوڑ رکھا ہے۔ اور بغیر کسی عذر کے اس سے بے خبر ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس طرح شریعت کا یہ شعبہ لوگوں کے سامنے پوری حقیقت کی روشنی میں آجائے۔ فوجداری قوانین کے لحاظ سے بھی قوانینِ موضوعہ پر شریعت کی برتری واضح ہو جائے۔ اور وہ یہ جان لیں کہ اسلام کا قانونِ فوجداری زمانۂ حال اور مستقبل کے حالات پر بھی اسی طرح منطبق کیا جا سکتا ہے، جس طرح وہ ماضی کے حالات پر پوری کامیابی کے ساتھ منطبق کیا گیا تھا۔

۹- قانونِ شریعت کے مطالعہ کے محرکات | مجھے اس کا اعتراف ہے کہ ابھی ۱۹۴۴ء ہی سے میں نے فقہی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا ہے۔ ورنہ اس سے پہلے اسلام کے سلسلے میں صرف تاریخ اور مشاہیر اسلام کی سیر و سوانح کی کتابیں ہی میرے مطالعہ میں رہتی تھیں۔ ان کتابوں میں بالعموم فقہی مسائل سے کوئی بحث نہیں ہوتی۔ البتہ کسی مشہور شخصیت مثلاً قاضی، حاکم یا واضع قانون کے حالات کے ضمن میں، اس کے بعض اہم فیصلوں یا قانونی نکات کا تذکرہ آجاتا ہے۔ ان بظاہر ضمنی تذکروں سے ایک اہلِ فن سرسری طور پر نہیں گزر سکتا۔ وہ ان کا موجودہ قوانین سے موازنہ کرتا ہے۔ تقابل کر کے دیکھتا ہے اور فنی اعتبار سے جانچتا ہے کہ کس کا کیا مرتبہ ہے۔ یہاں پر یہ بات میرے لیے سخت تعجب انگیز تھی کہ ان فیصلوں یا احکام و قوانین میں ان جدید فوجداری اصول و نظریات کا پورا لحاظ رکھا گیا تھا جن کے بارے میں ہم مدارس میں پڑھ آئے تھے کہ یہ جدید قانونی دماغوں کی اپج ہے۔ انیسویں صدی کے انقلاب فرانس سے قبل دنیا ان نئے نظریات سے بے خبر تھی۔ یہ حقیقت محسوس اور علم سماعی میں کھلا ہوا تناقض اس بات کا محرک ہوا کہ میں نے اسلام کے فوجداری احکام کا باقاعدہ اور منظم مطالعہ شروع کر دیا۔ اس پورے مطالعہ کے بعد میں نے پایا کہ شریعت کے اس شعبہ کا لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل رہنا اور اس سے ان کا ناواقف رہنا ہی اس کا ایک عیب ہے۔ ورنہ اس ایک عیب کے سوا، وہ دنیا بھر کے تمام قوانین سے بہتر اور برتر ہے۔ بلکہ یہ وہ بہترین اور مثالی قانون ہے کہ غیر مسلم ممالک کے واضعانِ قانون کو بھی اس سے فائدہ اٹھانا اور اسے اپنا شمع راہ بنانا چاہیے۔

۱۰- فقہی کتابوں کی از سرِ نو تہذیب و ترتیب کی ضرورت | اسلام کے قانون فوجداری کے سلسلے میں ایک وقت تو یہ پیش آئی کہ علم اصول اور اصطلاحاتِ فقہ سے واقفیت کے بغیر میں نے مطالعہ شروع کر دیا تھا۔ اس پر مزید مشکل یہ تھی کہ فقہی کتابوں کے مطالعہ کا میں عادی تو تھا نہیں۔ اور ان کتابوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ ان میں نہ انڈکس ہوتے ہیں نہ اشارے۔ ان میں کسی خاص مسئلے کے بارے میں حکم کرنا بہت ہی مشکل کام ہے۔ خاص طور پر ان حالات میں کہ کسی کی رہنمائی میسر نہ ہو، یہ مشکل اور بڑھ جاتی

ہے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ مطالعہ کرنے والا تلاش کر کر کے تھک جاتا ہے اور ناامید ہو جاتا ہے پھر اتفاق سے ایسے مقام پر مطلوبہ حکم مل جاتا ہے جہاں ملنے کا سان گمان بھی نہیں ہو سکتا تھا۔

مختلف مذاہب کے فقہاء نے ترتیب و تالیف میں ایک ہی طرز کی پابندی نہیں کی ہے۔ بلکہ ہر ایک کا اپنا ایک علیحدہ نہج ہے۔ ایک مذہب میں اگر ایک چیز کو مقدم رکھا جاتا ہے تو دوسرے مذہب میں اسی کو مؤخر کر دیا جاتا ہے۔ ایک مذہب میں اگر ایک خاص مسئلہ کسی خاص باب میں ملتا ہے تو ضروری نہیں کہ دوسرے مذہب کی کتابوں میں بھی اسی باب میں ملے۔ اس پر مزید دقت یہ ہوتی ہے کہ فقہاء نے یہ کتابیں دقیق اور جامع عبارات میں لکھی ہیں۔ بسا اوقات وہ حکم تو پیش کر دیتے ہیں لیکن اس کی علت کا ذکر نہیں کرتے۔ خاص طور پر 'مختصرات' اور 'متون' کا یہی حال ہے۔

ان سے قطع نظر، یوں بھی فقہ کا یہ مطالعہ میرے لیے بہت محنت طلب اور مشکل تھا۔ میں ایک کی بجائے چار چار کتابوں کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اور چاروں مذاہب کی رائیں مجھے معلوم کرنی تھیں۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اس طریقِ مطالعہ سے مجھے بڑا فائدہ حاصل ہوا۔ میں مختلف نظریات کو سمجھ سکا اور یہ جان سکا کہ ان میں سے ہر ایک کی بنیاد کیا ہے۔ مختلف فقہی مذاہب کے نازک اور دقیق فرق کو جاننے اور انہیں واضح کرنے میں مجھے اس سے بہت مدد ملی۔

پہلی مرتبہ میں نے یہ کتابیں پڑھیں تو مجھے ماننا پڑتا ہے کہ انہیں صحیح طور پر سمجھ نہیں سکا۔ بعض مسائل کے بارے میں چند رائیں قائم کی تھیں لیکن جب پھر دوسری مرتبہ مطالعہ کیا تو مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ اس طرح میں دو بار، تین بار اور چار بار مسلسل پڑھتا گیا۔ اور ہر مرتبہ زیادہ گہری بات معلوم ہوتی گئی اور پچھلی غلطیوں کی تصحیح ہوتی رہی۔ اس متعدد بار کے مطالعہ کی محرک یہ بات ہوئی کہ میں چاروں مذاہب کا مطالعہ کر رہا تھا اور ہر مذہب میں مختلف مؤلفین کی کتابیں میرے پیش نظر تھیں۔ اس کے علاوہ یہ ہوا کہ پہلے تو مجھے صرف کچھ مختصر کتابیں حاصل ہو سکی تھیں۔ اس کے بعد زیادہ مفصل کتابیں ملتی گئیں۔ اس کے باوجود میں نہیں سمجھتا کہ غلطیوں سے محفوظ و مامون رہا ہوں اور خطائیں مجھ سے نہیں ہوئی ہونگی۔ ایک غیر معصوم انسان کی حیثیت سے میں نے بس اپنی سی

کوشش کی ہے کہ غلطیوں سے بچوں۔ ہوسکتا ہے کہ باوجود ان کوششوں کے بھی غلطیاں رہ گئی ہوں میں امید کرتا ہوں کہ جو اصحاب بھی کہیں غلطی پائیں گے، وہ مجھے اس سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے۔ تاکہ میں آئندہ ان سے بچ سکوں۔

ایک قانونی شخص پر احکام شریعت کو جاننے کا جو فریضہ عائد ہوتا ہے، وہ میں نے ادا کرلیا۔ ان کوششوں کے شاندار نتائج دیکھے اور ان مضحک غلطیوں کی حقیقت واضح ہوئی جن میں ہم افسوس ناک طور پر مبتلا ہیں تو میں نے محسوس کیا کہ ان حالات میں شریعت کے احکام فوجداری لوگوں کے سامنے واضح انداز میں رکھنے کی ضرورت ہے شریعت کا اور اپنے ہم پیشہ اربابِ قانون اور جدید طرز پر تعلیم پانے والوں کی ضروریات کا تقاضا تھا کہ یہ احکام ایسی زبان میں پیش کیے جائیں جسے وہ سمجھیں اور ایسے اسلوب میں پیش کیے جائیں جس سے وہ مانوس ہوں۔ میں نے اسے فوری واجب الادا فریضہ جانا اور ضرورت محسوس کی کہ ہمارے اربابِ قانون کی شریعت کے بارے میں غلط سلط معلومات کی تصحیح ہونی چاہیے۔ اور ان حقیقتوں کو اب کھل کر آشکارا ہو جانا چاہیے جو محض جہل و ناواقفیت کے باعث ہم سے چھپی ہوئی ہیں۔

۱۱۔ طریقۂ تالیف قارئین دیکھیں گے کہ میں نے اس کتاب کو قانونی کتابوں کے طرز پر مرتب کیا ہے اور اسی اصول پر اس کے باب باندھے ہیں۔ میں نے یہ طریقہ قصداً اس لیے اختیار کیا ہے تاکہ اربابِ قانون کے دماغوں سے اسے قریبی مناسبت رہے اور اس میں وہ کوئی اجنبیت نہ پائیں۔ اس طرح وہ پورے قلبی لگاؤ کے ساتھ اس کا مطالعہ کریں اور جو بحث بھی نکالنا چاہیں آسانی کے ساتھ نکال لیں۔ اس لیے کہ اس ترتیب سے وہ مانوس ہونگے۔

اس طریقے کو اختیار کرنے کی محرک یہ بات ہوئی کہ ہمارے فقہاء موجودہ زمانہ کے ماہرینِ قانون کی طرح قسم عام اور قسم خاص میں فرق نہیں کرتے۔ اور ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ بحث کرنے کے بجائے خاص جرائم پر گفتگو کے دوران ہی میں کسی مناسبت سے عام اصول و قواعد بھی زیر بحث لے آتے ہیں۔ اب میں نے قسم خاص اور قسم عام کی علیحدہ علیحدہ تقسیم کی ہے تاکہ بحث میں آسانی رہے

اور ترتیب و تالیف کے موجودہ طریقے کو اپنا کر اس کو لوگوں کے ذہنوں سے قریب تر کیا جائے اس کے لیے اس بات کی ضرورت ہوئی کہ حدود و قصاص و تعزیرات یا دوسرے الفاظ میں تمام جرائم کا مکمل مطالعہ کیا جائے، تاکہ اس سے عام اصول و قواعد اخذ کیے جائیں۔ اس کے بعد انہیں جمع کر کے نئے اصول پر مرتب کیا ہے اور جدید ترتیب دی ہے۔

۱۲۔ شریعت پر عدم صلاحیت کا الزام | شریعت کے مطالعہ سے مجھ پر یہ بات واضح ہوئی ___ اور اس کتاب کا مطالعہ کرنے والے بھی اس حقیقت کو جان لیں گے ___ کہ جو لوگ شریعت کو موجودہ دور کی ضروریات اور تقاضوں کو پورا کرنے کے ناقابل سمجھتے ہیں ان کی یہ باتیں محض بے سروپا باتیں ہیں۔ کچھ علمی مطالعہ اور منطقی استدلال پر ان کی یہ رائے مبنی نہیں۔ اس لیے کہ علم و منطق دونوں کے اعتبار سے تو اسلامی شریعت قوانین موضوعہ سے برتر و بہتر قرار پاتی ہے۔ اور اسے صرف موجودہ دور ہی نہیں، بلکہ تمام آنے والے ادوار کے حالات اور اس کے تقاضوں کو پورا کرنے کے قابل کہا جا سکتا ہے۔

شریعت پر عدم صلاحیت کا الزام لگانے والوں کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ وہ ہے جس نے نہ شریعت کا مطالعہ کیا نہ قانون کا۔ دوسرا گروہ وہ ہے جس نے قانون کا مطالعہ تو کیا ہے، لیکن شریعت کی ابجد سے بھی واقف نہیں۔ گویا یہ دونوں کے دونوں گروہ شریعت اور اس کے احکام سے یکسر بے بہرہ ہیں۔ اس جہل کے ہوتے ہوئے وہ اس کے قطعاً اہل نہیں کہ اس پر کوئی حکم لگائیں اور اس کے بارے میں کوئی فیصلہ دیں۔ کسی چیز سے ناواقف رہ کر اس پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

حقیقت یہ ہے کہ ان شریعت کے نہ جاننے والوں نے اپنے اس غلط خیال کی بنیاد ایک غلط قیاس پر رکھی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ باضابطہ مطالعہ و تحقیق سے ان کی یہ رائے قائم ہوئی ہو انہوں نے جانا کہ موجودہ دور کے قوانین، اٹھارہویں صدی عیسوی بلکہ انیسویں صدی عیسوی کے آغاز تک سے بھی بالکل مختلف ہیں۔ ان میں باہم کوئی مناسبت ہی نہیں۔ انہوں نے یہ بھی جانا کہ موجودہ قوانین ان فلسفیانہ نظریات اور انسانیت اور اجتماعیات کے ان بنیادی تصورات پر قائم ہیں، جن کا قدیم

قوانین میں کوئی وجود ہی نہ تھا۔ قانون کی ان دو انواع کے تقابلی مطالعہ سے انہوں نے یہ نتیجہ اخذ کیا اور رائے قائم کی کہ قدیم قوانین موجودہ دَور کے ناقابل ہیں۔ اس رائے کے برحق اور صحیح ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ لیکن اس کے بعد جب وہ اسلامی شریعت پر قوانین موضوعہ سے قیاس کرتے ہیں تو یہیں وہ سخت ٹھوکر کھاتے ہیں اور حقیقت سے دُور جا پڑتے ہیں۔ ان کی منطق یہ ہوتی ہے کہ اٹھارہویں صدی کے آخر تک کے قوانین جب موجودہ دَور کے ناقابل ہیں تو یہی حال شریعت کا بھی ہے۔ اس لیے کہ شریعت ازمنۂ وسطیٰ کی چیز ہے اور اس کے بعض احکام زیادہ سے زیادہ اٹھارہویں صدی کے آخر تک جاری رہے ہیں۔ یہ غلط قیاس اور اُلٹی منطق ہی ان کی ایسی کھلی ہوئی اور فاش غلطی ہے کہ کوئی سمجھ دار ناقد اس پر گرفت کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

۱۳۔ شریعت پر قانون سے قیاس کرنے کی غلطی | اس قیاس کی بنیادی غلطی یہ ہے کہ انہوں نے قوانین موضوعہ اور شریعت کو ایک حیثیت دے دی۔ حالانکہ قوانینِ موضوعہ انسانی دماغ کی پیداوار ہیں۔ اور شریعت کے وضع کرنے کی ذمہ داری خود اللہ نے لے رکھی ہے۔ ان کا یہ قیاس کرنا گویا زمین پر آسمان سے اور لوگوں پر لوگوں کے پروردگار سے قیاس کرنا ہے۔ ایک سمجھ دار انسان کے لیے کم از کم یہ قابلِ قبول بات نہیں ہوگی کہ وہ اپنے آپ پر اپنے رب سے اور اپنی زمین پر آسمان سے قیاس کرے۔

انہوں نے شریعت اور قانون کو ایک درجہ میں رکھا حالانکہ اپنے مزاج کے اعتبار سے بھی دونوں ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اور ایک کو دوسرے سے کوئی مناسبت ہی نہیں۔ آگے چل کر جب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ ہر ایک کی نشو و نما کن حالات میں ہوئی اور ان کی بنیادی خصوصیات کیا ہیں، جو ایک کو دوسرے سے ممیز کرتی ہیں تو اس اختلاف کی حدود واضح ہوں گی۔

۱۴۔ لا قیاس بین مختلفین | دو مختلف امور کے درمیان قیاس ممکن نہیں | جب یہ طے پا یا کہ شریعت قوانینِ موضوعہ سے بنیادی طور پر مختلف ہے اور چند جوہری خصوصیات ہیں جو اسے اُس سے

ممیز کرتی ہیں تو ان کے درمیان قیاس ناممکن قرار پاتا ہے۔ اس لیے کہ قیاس بلحاظ قاعدہ مقیس اور مقیس علیہ کی مساوات کا مقتضی ہے۔ مساوات نہ ہو تو قیاس بھی ممکن نہیں اور اگر کیا جائے تو باطل قرار پائے گا۔

شریعت کو موجودہ دور کے ناقابلِ قرار دینے والوں نے چونکہ اس کو قوانینِ موضوعہ پر قیاس کرکے یہ رائے قائم کی ہے، درآنحالیکہ شریعت اور قوانین میں مساوات نہیں۔ اس لیے ان کا یہ قیاس بھی باطل اور اس باطل قیاس پر مبنی ادعا بھی باطل۔ ما قام علی الباطل فھو باطل (جو باطل پر قائم ہو وہ بھی باطل)

آئندہ سطور میں ہم قانون اور شریعت کے نشو ونما کے حالات، ان کے اختلافات اور خصوصیات کی وضاحت کریں گے۔ جس سے ان کا باہمی فرق اچھی طرح معلوم ہوسکے گا۔ اور جو ان میں فرق نہیں کرپاتے وہ اس کی حقیقت سمجھ سکیں گے۔ اور یہ بات سامنے آئے گی کہ شریعت قانون سے بنیادی طور پر مختلف ہے اور چند جوہری خصوصیات ہیں جن کی بنا پر اس سے ممیز قرار پاتی ہے۔

۱۵- قانون کی نشو ونما | قانون موضوعہ، انتہائی معمولی حیثیت سے اور محدود اصول وقواعد کے ساتھ اس جماعت میں پیدا ہوتا ہے جو اسے بناتی اور منظم کرتی ہے۔ پھر جیسے جیسے جماعت کی ضروریات بڑھتی اور متنوع ہوتی جاتی ہیں اور علوم وآداب اور فکر وتحقیق میں ترقی ہوتی ہے، قانون میں بھی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ نئے نئے اصول وقواعد بنتے ہیں اور نظریات وتصورات میں خوبی اور پختگی کی شان آتی جاتی ہے۔ گویا قانونِ موضوعہ کی مثال ایک بچے کی سی ہوتی ہے، جو چھوٹا اور کمزور سا پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ قوت پاتا اور بڑا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ پورے شباب کو پہنچ جاتا ہے۔ پھر قانونِ موضوعہ کی اس ترقی کی رفتار اس جماعت کے تابع ہوتی ہے جس میں وہ پیدا ہوتا ہے۔ اگر جماعت میں تیزی کے ساتھ تبدیلیاں ہوتی رہیں اور وہ جلد جلد ترقی کی طرف قدم بڑھائے تو قانون بھی اسی اعتبار سے جلدی ہی ترقی کے منازل

طے کرے گا۔ اور اگر جماعت میں ترقی و تبدیلی کی رفتار سست ہو تو یہی حال قانون کا بھی ہوگا۔ اس طرح قانون موضوعہ اپنی تخلیق میں جماعت کا رہینِ کرم ہوتا ہے۔ اور جماعت اسے اپنی ضروریات کے تقاضوں کے اعتبار سے وضع کرتی ہے۔ قانون اس کی زندگی اور ترقیاں اور تبدیلیاں سب جماعت کے ساتھ وابستہ ہوتی ہیں۔

علمائے قانون کا، قانون کی ابتدا اور نشو و نما کے بارے میں یہ نظریہ ہے کہ انسانی اجتماعیت کی بالکل ابتدائی صورت یعنی خاندانی اور قبیلوی زندگی کے آغاز ہی سے اس کی ابتدا ہوگئی۔ اس کی ابتدائی صورت یہ تھی کہ صدرِ خاندان یا سردارِ قبیلہ کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ ہی قانون کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس کے بعد انسان کی جماعتی زندگی میں تبدیلیوں کے ساتھ ساتھ، قانون میں بھی تبدیلیاں ہوتی گئیں، یہاں تک کہ ریاست وجود میں آئی۔ چونکہ ایک ریاست کے حدودِ اقتدار میں واقع تمام قبیلوں اور خاندانوں کے عادات اور رسوم و رواج ایک جیسے نہیں ہوا کرتے تھے، اس لیے ریاست نے ان عادات و رسوم کی کاٹ چھانٹ کرکے تمام قبیلوں اور خاندانوں کے لیے ایک ہی واجب الاتباع قانون بنایا۔ لیکن ترقی کے اس قدم کے باوجود ایک ریاست کا قانون دوسری ریاستوں کے قانون سے بہت مختلف ہوا کرتا تھا۔ اٹھارہویں صدی عیسوی کے ختم تک بھی یہ اختلافات اسی طرح باقی رہے۔ اس کے بعد سے قانون میں کچھ نئی تبدیلیاں شروع ہوئیں۔ اور جدید فلسفیانہ نظریات اور علمی و اجتماعی تصورات کی روشنی میں اس کی ترقی کے آخری مرحلے کا آغاز ہوا۔ اس آخری مرحلے میں قانون میں چند بنیادی اور عظیم الشان تبدیلیاں ہوئیں اور ایسے جدید نظریات پر اس کی اٹھان ہوئی کہ جن کا گذشتہ زمانے میں وجود ہی نہ تھا۔ انصاف، مساوات، ہمدردی اور انسانیت ان جدید نظریات کی چند اہم بنیادیں ہیں۔ ان جدید نظریات کے دنیا میں پھیلنے کی وجہ سے دنیا کی بیشتر ریاستوں کے قانونی اصول بڑی حد تک ایک جیسے ہوگئے ہیں۔ تاہم تفصیلات اور جزئیات میں ابھی اختلافات موجود ہیں۔

یہ قانون کی نشو و نما اور اس کے عہد بہ عہد تبدیلیوں کا ایک مختصر سا خلاصہ ہے۔ جس سے یہ

واضح ہوتا ہے، کہ قانون اپنی ابتدا میں موجودہ صورت سے بالکل مختلف تھا۔ مختلف تغیرات اور تبدیلیوں کے بعد یہ اس موجودہ شکل میں پہنچا ہے اور یہ تبدیلیاں بھی بہت ہی آہستہ اور ہزاروں سال میں چل کر ہوئی ہیں۔

۱۶۔ شریعت کی نشوونما یہ تو ہوا قانون کا حال، لیکن شریعت کا حال اس سے بالکل مختلف ہے۔ نہ اس کی تخلیق اس طرح ہوئی، نہ اس کی نشوونما کا یہ حال ہے۔ ایسا نہیں تھا کہ ابتدائی حالت میں شریعت چند مختصر سے قواعد، متفرق و منتشر اصول اور ابتدائی اور نامکمل نظریات کا نام رہا ہو، پھر اس کے بعد ان میں تنظیم اور پختگی پیدا ہوئی ہو۔ اس کی تخلیق ایک لڑکے کی حیثیت سے نہیں ہوئی کہ آہستہ آہستہ اس میں تبدیلیاں ہوتیں اور درجہ بدرجہ یہ ترقی کرتی جاتی۔ بلکہ وہ تو اپنے یوم پیدائش ہی سے پورے شباب کو پہنچی ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اسے ہر قسم کی کجی اور نقص سے پاک کامل و ہمہ گیر اور جامع و مانع صورت میں اتارا۔ ایک محدود و معین مدت میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر اسے القا فرمایا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے اس کی ابتدا ہوئی اور آپ کی وفات پر یا اس آخری وحی پر اس کا اختتام ہوا جب کہ اللہ نے اعلان فرمایا :۔ الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا۔

شریعت کسی ایک جماعت، ایک قوم یا ایک سلطنت ہی کے لیے نہیں آئی۔ بلکہ اس کا پیغام یکساں طور پر تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے۔ عربی و عجمی، مشرقی و مغربی ہر کسی سے وہ خطاب کرتی ہے۔ خواہ ان کے رسوم و رواج اور تاریخی حالات میں کتنا ہی فرق کیوں نہ ہو۔ پس شریعت ہر خاندان کی، ہر قبیلہ کی، ہر جماعت کی اور ہر سلطنت کی شریعت ہے۔ بلکہ وہ عالمی شریعت اور جہانی قانون ہے جس کا علماء قانون تصور تو کر سکتے ہیں لیکن جسے وجود میں لا نہیں سکتے۔

شریعت کمال کے اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ اس میں کسی قسم کا کوئی نقص نہیں۔ ایسی جامع ہے کہ ہر صورت حال کا اس میں حل موجود ہے۔ ایسی مانع ہے کہ کوئی حالت اس سے خارج نہیں۔ تمام امور کو وہ محیط ہے۔ خواہ وہ امور افراد سے متعلق ہوں یا جماعتوں اور سلطنتوں سے تعلق رکھنے والے تمام معاملات کے بارے میں احکام دیتی ہے، تو دوسری طرف نظم حکومت اور سیاست اور

اسی طرح جماعت سے متعلق تمام امور کی وہ تنظیم کرتی ہے۔ اس سے آگے بڑھ کر حالتِ امن و جنگ میں حکومتوں کے آپسی تعلقات کے لیے بھی اس کے کچھ اصول و قوانین ہیں۔

شریعت کسی ایک زمانے یا عہد کے لیے بھی مخصوص نہیں ہے، بلکہ وہ ہر زمانے اور ہر عہد کے لیے ہے۔ اور تا قیامِ قیامت ہر دور میں کارآمد ہے۔ شریعت کچھ اس طرز پہ ڈھالی گئی ہے کہ امتدادِ زمانہ کا اس پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا، نہ اس کے نئے پن میں کوئی فرق آ سکتا ہے۔ نہ اس کے قواعدِ عامّہ اور نظریاتِ اساسی میں کسی تغیر کی ضرورت ہے۔ اس کی نصوص کچھ ایسی عمومیت اور لچک اپنے اندر رکھتی ہیں کہ ہر نئی صورتِ حال کے بارے میں وہ فیصلہ دے سکتی ہیں۔ خواہ بحالتِ موجودہ اس صورت کے پیدا ہونے کا امکان بھی نہ ہو۔ یہی اصل ہے کہ شریعت کی نصوص میں کسی تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں۔ وہ ایسی ادلتی بدلتی نہیں رہتیں جیسی کہ قوانینِ موضوعہ کی نصوص ادلتی بدلتی رہتی ہیں۔

شریعت اور قانون کے درمیان اس فرق کی بنیاد یہ ہے کہ شریعت اس اللہ جلّ شانہٗ کی طرف سے ہے جس کے کلمات میں کوئی تبدیلی نہیں لا تبدیل لکلمات اللہ۔ (یونس: ۶۴) وہ غیب کا جاننے والا اور ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ اس کے علمِ محیط اور قدرتِ کاملہ کے لیے یہ کوئی مشکل نہیں کہ لوگوں کو ہر زمانے میں کام آنے والے نصوص و احکام دے۔ اس کے برخلاف قوانینِ موضوعہ انسان کی پیداوار ہے۔ انسان اپنی وقتی ضروریات کے اعتبار سے انہیں مرتب کرتا ہے۔ آنے والے حالات کا اسے علم نہیں ہوتا۔ اس لحاظ سے اس کی مرتب کردہ نصوصِ قانونی ان حالات کا احاطہ کیے ہوئے نہیں ہوتیں جن کا بحالتِ موجودہ اگرچہ کوئی امکان نہیں ہوتا لیکن آئندہ پیش آ سکتے ہیں۔

شریعت ابتدا ہی سے ان جدید ترین نظریات کی حامل ہے جن تک اب کہیں چل کر قوانینِ موضوعہ کی رسائی ہوئی ہے۔ حالانکہ قانون اپنی اصل کے اعتبار سے شریعت سے زیادہ پرانا ہے۔ بلکہ شریعت اپنے دامن میں مختلف ایسے اصولوں اور نظریات کے جواہر ریزے بھی رکھتی ہے جن تک ابھی ہمارے قانون سازوں کا تصور بھی نہیں گیا۔ ہمارے ارباب قانون جن کے اصول جانتے ہیں اور جن کے قوانین میں موجود ہونے کی انہیں بس تمنا ہی ہے وہ سب ابتدا ہی سے شریعت میں

موجود ہیں۔

۱۷۔ شریعت اور قانون میں کوئی مماثلت نہیں | شریعت اور قانون کی نشوونما کے بارے میں اتنا کچھ جاننے کے بعد ہم کہہ سکتے ہیں کہ شریعت اور قانون میں کوئی مماثلت نہیں، نہ ان میں کسی درجہ کی مساوات ہے، نہ ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔ شریعت کا مزاج کلی طور پر قانون سے مختلف ہے۔ اور ان میں باہم کوئی مناسبت ہی نہیں۔ اگر شریعت کا مزاج قوانین موضوعہ کا سا ہوتا، تو ہم اسے موجودہ صورت سے بالکل مختلف پاتے۔ ایسی صورت میں چند ابتدائی نامکمل نظریات کی حیثیت سے اس کا آغاز ہوتا۔ اس کے بعد جوں جوں سوسائٹی میں تبدیلیاں اور ترقیاں ہوتی جاتیں، یہ بھی قانون کی طرح بدلتی اور ترقی کے منازل طے کرتی جاتی۔ اس کا دامن ان نئے نئے اصول و نظریات کے جواہر ریزوں سے خالی ہوتا جن سے اب مالا مال ہے اور جن کی بدولت وہ قوانین موضوعہ کے مقابلے میں سربلند ہے۔ بلکہ ہوتا یہ کہ قوانین موضوعہ کے ان نظریات کو جاننے اور ان اصولوں کو اپنانے کے بعد ہزاروں سال میں چل کر کہیں وہ انہیں پا سکتی۔

شریعت اور قانون کے بارے میں ان تاریخی توضیحات سے، ان کے آپس کے اختلافات اور ایک کو دوسرے سے ممتاز کرنے والی خصوصیات آپ سے آپ ذہن میں آسکتی ہیں۔ قارئین کے لیے ان کا جاننا چنداں مشکل نہیں۔ تاہم میں یہاں چند بنیادی اختلافات اور جوہری خصوصیات کی وضاحت کروں گا، جس کے بعد جزئی امور پر بحث کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

۱۸۔ شریعت اور قانون کے بنیادی اختلافات | اسلامی شریعت قوانین موضوعہ سے بنیادی طور پر تین امور میں مختلف ہے:۔

(۱) قانون انسان کا بنایا ہوا ہے اور شریعت اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کردہ۔ اور دونوں میں ان کے بنانے والوں کی صفات کا عکس دیکھا جا سکتا ہے۔ قانون انسان کا بنایا ہوا ہونے کی وجہ سے انسان کی کمزوری، عاجزی اور بے چارگی کا آئینہ دار ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ ادلتا بدلتا اور تغیر و تبدل کا شکار رہتا ہے۔ جب کبھی سوسائٹی میں غیر متوقع تبدیلی ہو یا نئے حالات پیدا ہو

جائیں تو اسی اعتبار سے قانون بھی بدلتا ہے۔ پس قانون کی فطرت ہی میں نقص ہے۔ جب تک اس کے بنانے والے ہی میں کمال کی صفت نہ پیدا ہو اور وہ تمام ہونے والے واقعات و حالات کا احاطہ نہ کر سکے، قانون کبھی کمال کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتا۔

اس کے برخلاف شریعت اللہ جل شانہ کی صنعت ہے اور صانع کی قدرت و عظمت، اس کے کمال اور احاطۂ علم پر شاہد۔ جس طرح خدائے علیم و خبیر کا علم ہر شے کو محیط ہے اسی طرح اس کی شریعت بھی موجودہ و آئندہ کے تمام حالات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس میں کسی تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں۔ جیسا کہ فرمایا: لَا تَبۡدِیۡلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ۔ (یونس: ۶۴)

اس لیے کہ خواہ زمان و مکان کے کتنے ہی تغیرات ہوں اور خود انسان ہی میں تبدیلیاں کیوں نہ ہو جائیں، اس میں تبدیلی کی ضرورت نہیں ہوگی۔

بعض ایسے لوگوں کے لیے جو شریعت کے اللہ کی طرف سے ہونے ہی کو تسلیم نہیں کرتے، اس کا ماننا مشکل ہے۔ ان کے اطمینان کی یہ صورت ہو سکتی ہے کہ شریعت کی جن صفات کا میں نے تذکرہ کیا ہے ان کی حقیقت جان لیں۔ پھر شریعت میں ان صفات کے موجود ہونے پر ان کے سامنے دلائل رکھے جائیں گے۔ اس کے بعد اگر وہ چاہیں تو غور کریں کہ دوسرے قوانین کے برخلاف شریعت میں ان خصوصیات کے موجود ہونے کا آخر کیا سبب ہو سکتا ہے۔ اور ان خصوصیات کی حامل شریعت آخر کس صانع کے دستِ صنعت کا کمال ہے۔ آگے چل کر جب شریعت کی خصوصیات پر بحث ہوگی تو ان کے سامنے یہ دلائل رکھے جائیں گے۔ یوں اگر وہ غور کریں تو اس کتاب کی ہر فصل میں اس کے لیے دلائل ہیں۔

جو لوگ شریعت کے اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان رکھتے ہیں، ان کے لیے البتہ ان صفات و خصوصیات کا ماننا کچھ مشکل نہیں۔ انہیں اس کے لیے کسی مادی دلیل کی بھی ضرورت نہیں۔ اس لیے کہ یہ تو ان کے ایمان و تسلیم کا منطقی تقاضا ہے۔ اگر کوئی اس حقیقت پر ایمان لاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان پیدا کیے۔ سورج اور چاند ستارے چلائے۔ پہاڑوں، ہواؤں اور

سمندروں کو مسخر کیا۔ نباتات اُگائے، ماؤں کے پیٹ میں جنین کی تخلیق کی۔ تمام مخلوقات کو ایک نظام کا پابند بنایا جس سے وہ سرتابی نہیں کر سکتے، اور جس میں کسی تغیر و تبدل کی گنجائش نہیں۔ وہ یہ بھی مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چند ایسے ناقابلِ تغیر قوانین بنا دیئے ہیں جو تمام اشیاء پر حاوی ہیں۔ اور یہ قوانین کمال کی اس حد کو پہنچے ہوئے ہیں جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اسے یہ بھی تسلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہر چیز میں پورا کمال اور سجاؤ ہے، تو وہ بدرجہ اولیٰ اس حقیقت پر ایمان لائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے شریعتِ اسلامیہ کو افراد، جماعتوں اور حکومتوں کی تنظیم کے لیے ایک ناقابلِ تغیر کامل و مکمل قانون کی حیثیت سے وضع فرمایا تاکہ ان کے معاملات اس کی روشنی میں فیصل ہوں اور ان کی زندگی سنور جائے۔ اور یہ شریعت کمال کے اس درجہ کو پہنچی ہوئی ہے کہ جس کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا۔

اگر کوئی ان ساری چیزوں کے ماننے کے باوجود محض اپنے اطمینانِ قلب کے لیے ان پر دلیل چاہتا ہے تو آگے اپنے مقام پر اس کی تشفی ہو جائے گی۔ بلکہ انشاء اللہ وہ اس کتاب کی ہر فصل اور اس کے ہر باب میں اپنے اطمینانِ قلب کا سامان پائے گا۔

(۲) قانون موضوعہ ایسے وقتی قواعد سے عبارت ہے جنہیں سوسائٹی خود اپنے معاملات کی تنظیم اور اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے وضع کرتی ہے۔ پس قانون ایسے قواعد کا نام ہے جو سوسائٹی سے متاثر ہوتے ہیں یعنی یہ قواعد اگر آج کی سوسائٹی کی سطح سے مطابقت رکھتے ہیں تو کل یہی سوسائٹی کے حالات سے بہت پیچھے رہ جاتے ہیں۔ اس لیے کہ قوانین اس تیزی سے نہیں بدل سکتے جس تیزی سے کہ سوسائٹی میں تبدیلیاں ہوتی ہیں۔ مختصر یہ کہ قوانین موضوعہ سوسائٹی کے وقتی حالات سے مطابقت رکھنے والے وقتی قواعد ہوتے ہیں۔ اور جب کبھی سوسائٹی کے حالات بدل جائیں، ان میں تغیر ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اس کے برخلاف شریعت ان قواعد کا نام ہے، جنہیں اللہ تعالیٰ نے سوسائٹی کے معاملات کی تنظیم کی غرض سے وضع فرمایا ہے۔ اور یہ قواعد ہمیشہ باقی رہتے اور کام دینے والے ہیں قانون

اور شریعت میں اس حد تک تو اتفاق ہے کہ دونوں کا مقصد سوسائٹی کی تنظیم ہے۔ لیکن اس سے آگے بڑھ کر ان میں عظیم الشان فرق ہو جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ اگر قانون وقتی اور ہنگامی چیز ہے تو اس کے برخلاف شریعت کے اصول دائمی اور ناقابلِ تغیر ہیں۔ شریعت کی یہ خصوصیت منطقی طور پر اس بات کی مقتضی ہے کہ:-

(۱) شریعت کے قواعد ایسی عمومیت اور لچک اپنے اندر رکھیں کہ خواہ کتنا ہی زمانہ گزر جائے سوسائٹی میں کتنی ہی تبدیلیاں ہوں اور ضروریات کتنی ہی متنوع اور متعدد ہو جائیں، یہ ہمیشہ کار آمد رہیں اور سوسائٹی کے تقاضوں کو پورا کریں۔

(۲) شریعت کے قواعد اور نصوص بلندی کی اس شان کو پہنچے ہوئے ہوں کہ کسی زمانے اور کسی دَور میں سوسائٹی کے حالات اور سطح سے پیچھے نہ رہ جائیں۔

یہ جو از روئے منطق ہونا چاہیے، حقیقت یہ ہے کہ واقعہ میں بھی موجود ہے، بلکہ شریعت اسلامیہ کی یہی وہ اہم خصوصیت ہے جو اسے تمام آسمانی شرائع اور انسانی قوانین سے ممتاز کرتی ہے۔ شریعتِ اسلامیہ کے نصوص و قواعد عموم کی حد کو پہنچے ہوئے ہیں۔ اور ان میں غایت درجہ لچک ہے۔ اس کے علاوہ ان میں ایسی بلندی اور رفعت ہے کہ اس سے آگے بلندی کا کوئی تصور نہیں ہو سکتا۔

شریعت اسلامیہ پر تیرہ صدیوں سے زیادہ عرصہ گزر چکا۔ اس عرصہ میں کتنی ہی مرتبہ سوسائٹی کی تشکیلات بدلیں۔ افکار و آراء میں تبدیلیاں ہوئیں۔ نئے نئے علوم پیدا ہوئے اور ایسی ایسی ایجادات ہوئیں جن کا انسان تصور بھی نہیں کر سکتا تھا۔ قوانینِ موضوعہ کے قواعد اور نصوص میں کتنے ہی تغیرات ہوئے، تاکہ انہیں جدید حالات اور اس کے تقاضوں کے مطابق بنایا جا سکے، یہاں تک کہ شریعت کے زمانۂ نزول کے قوانین اور آج کے قوانین میں کوئی مناسبت ہی نہ رہی۔ باوجود ان سارے حالات کے اور باوصف اس حقیقت کے کہ شریعت میں نہ کوئی تبدیلی ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے، آج بھی اس کے نصوص و قواعد سوسائٹی کی سطح سے کہیں بلند، اس کے

معاملات کی تنظیم اور ضروریات کی تکمیل کے زیادہ بہتر کفیل، انسانی طبائع سے زیادہ قریبی مناسبت رکھنے والے اور دنیا کے امن و اطمینان کے زیادہ بہتر ضامن ہیں۔

اسلامی شریعت کی تائید میں یہ تاریخ کی ایک روشن شہادت ہے۔ اس سے زیادہ واضح ثبوت درکار ہو تو خود نصوص شریعت ہی کا جائزہ لیا جا سکتا ہے۔ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:۔

وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى بَيْنَهُمْ (الشوریٰ: ۳۸) "کام کرتے ہیں آپس کے مشورہ سے۔"

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لا ضرر ولا ضرار فی الاسلام

قرآن اور سنت کی یہ دو نصوص، غور کیا جائے تو پوری عمومیت اور سہولت اپنے اندر رکھتی ہیں۔ اور ایسی لچک ان میں ہے کہ ہر زمانہ اور ہر حال میں کارآمد ہوں۔ ان نصوص کے اعتبار سے 'شوریٰ' کا اصول، حکومت کا بنیادی قاعدہ قرار دیا گیا ہے۔ اور اس اصول کی مزید توضیح یہ کی گئی ہے کہ اس سے نہ عام نظام حکومت کو نقصان پہنچے، نہ افراد اور جماعتوں کے مصالح متاثر ہوں۔ شوریٰ کا یہ اصول اور اس کے یہ شرائط شریعت کی رفعت و بلندی کا ایک ناقابل انکار ثبوت ہیں۔ ناممکن ہے کہ انسانی دماغ کبھی کسی دور میں بھی اس بلندی تک پہنچ سکے۔

اگر ہم شریعت کی ایک ایک نص کا جائزہ لیں تو ساری ہی نصوص ایسی ہونگی جو عمومیت اور بلندی و رفعت کی شان اپنے اندر رکھتی ہیں۔ جو بھی نص ہمارے سامنے پیش ہو، سب میں ہی ہم یہ خصوصیات پا سکیں گے اور ساری نصوص اس سلسلے میں مثال کا کام دے سکتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ایک اور ارشاد پر بھی اسی حیثیت سے غور کیجیے۔ ارشاد ربانی ہوتا ہے:۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ

"بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو۔" (النحل: ۱۲۵)

غور کیجیے کہ اس میں کتنی عمومیت اور لچک اور کیسی دوام کی شان ہے۔ دعوت کے لیے جو اصول اور طریق کار اس میں بتایا گیا ہے، کیا اس سے بہتر کسی اصول کا تصور بھی کیا جا سکتا ہے؟ کیا عقلِ انسانی حکمت، موعظہ حسنہ اور مجادلہ بطریق احسن سے زیادہ بہتر اصول ہمیں دے بھی سکتی ہے؟

اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات پر بھی ایک نگاہ ڈالیے:۔

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۔ (فاطر: ۱۸)

"اور نہ اٹھائے گا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا۔"

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۔ (البقرہ: ۲۸۶)

"اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے۔"

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ ۔ (النحل: ۹۰)

"اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کو دینے کا اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے۔"

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ۔ (النساء: ۵۸)

"بے شک اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں تو فیصلہ کرو انصاف سے۔"

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰٓى اَلَّا تَعْدِلُوْا ۔ اِعْدِلُوْا هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۔ (المائدہ: ۸)

"کسی قوم کی دشمنی تم کو مجرم نہ بنا دے کہ تم انصاف نہ کر سکو۔ انصاف کرو، کیونکہ یہ تقویٰ سے قریب تر ہے۔"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ وَلَوْ عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۔ (النساء: ۱۳۵)

"اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر، گواہی دو اللہ کی طرف کی، اگرچہ نقصان ہو تمہارا یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا۔"

متذکرہ نصوص بلکہ شریعت کی ساری ہی نصوص کو بنظرِ غائر دیکھ جائیے اور دیکھئے کہ ان میں عموم اور ہر حال میں کار آمد ہونے کی کیسی شان جھلک رہی ہے۔ جو اصول و مبادی کہ ان میں پیش کیے گئے ہیں، ان میں ایسی بلندی اور رفعت ہے کہ اس سے زیادہ کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔

(۳) قانون کو بنانے والی سوسائٹی ہوتی ہے۔ اور وہ اپنے عادات و رسوم اور تاریخی پس منظر سے اس میں رنگ آمیزی کرتی ہے۔ اس کی اصل یہ ہے کہ وہ سوسائٹی کے معاملات کی تنظیم کے لیے بنایا جاتا ہے۔ سوسائٹی کی رہنمائی اور توجیہ اس کا مقصد نہیں ہوتا۔ اس طرح قانون سوسائٹی سے مؤخر اور اس کے تغیرات اور تبدیلیوں کا تابع ہوتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں قانون سوسائٹی کا بنایا ہوا ہوتا ہے۔ سوسائٹی قانون کی پیدا کردہ نہیں ہوتی۔

ابتدائے قانون کی یہی اصل تھی۔ لیکن ابھی اس صدی میں یا زیادہ متعین طور پر کہا جائے تو پہلی جنگ عظیم کے بعد سے اس میں تبدیلی ہو گئی ہے۔ اور ان حکومتوں نے جو خاص تحریکوں کی علم بردار تھیں اور نیا نظام دنیا کے سامنے پیش کر رہی تھیں، قانون سے عوام کی توجیہ کا بھی کام لیا۔ اور اسے اپنے مخصوص اغراض کی تکمیل کے لیے اسے آلۂ کار بنایا۔ اس سلسلے میں پہل کمیونسٹ روس اور مصطفیٰ کمال کے ترکی نے کی۔ اس کے بعد فاشی اٹلی اور نازی جرمنی نے اسے درجۂ کمال تک پہنچایا۔ پھر دوسری حکومتوں نے بھی اسے اپنایا۔ چنانچہ اب قانون کی غرض سوسائٹی کی تنظیم کے علاوہ اربابِ اقتدار کے حسبِ منشاء عوام کی رہنمائی اور توجیہ بھی ہے۔

لیکن جہاں تک شریعت کا تعلق ہے۔ یہ ہم جانتے ہیں کہ وہ سوسائٹی کی پیدا کردہ نہیں۔ نہ سوسائٹی کی تبدیلیوں اور تغیرات کا نتیجہ ہوتی ہے، جیسا کہ قوانین موضوعہ کا حال ہے۔ بلکہ یہ اس اللہ تعالیٰ کی صنعت ہے جس نے ہر چیز پوری خوبی سے بنائی ہے۔ پھر شریعت صرف

سوسائٹی کے معاملات کی تنظیم ہی کے لیے وضع نہیں ہوئی جیسا کہ قانون موضوعہ کا حال تھا۔ بلکہ شریعت کا مقصود اولین تو صالح افراد اور صالح جماعت کا پیدا کرنا اور ایک مثالی حکومت اور مثالی دنیا کا وجود میں لانا رہا ہے یہی وجہ ہے کہ اس کی نصوص اپنے زمانۂ نزول کی دنیا اور اس کی سطح سے بلند و برتر نہیں۔ بلکہ موجودہ دنیا کی سطح سے بھی کہیں ارفع و اعلیٰ ہیں۔ ان نصوص میں ایسے اصول و نظریات پیش کیے گئے ہیں جن تک غیر اسلامی دنیا صدیوں بعد چل کر پہنچ سکی ہے۔ بلکہ بہت سے نظریات ایسے ہیں جن تک دنیا کا دماغ آج تک پہنچ نہیں سکا۔ شریعت کی اس شان کا تقاضا تھا کہ خود اللہ تعالیٰ اس کے وضع کرنے کی ذمہ داری لیتا۔ چنانچہ اس نے پوری شانِ کمال کے ساتھ اسے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا۔ اور رسول کا یہ فریضہ قرار پایا کہ وہ لوگوں کو طاعات اور فضائل کی باتیں بتائیں اور بلندی و کمال کے اس درجہ تک پہنچائیں جو شریعت کا مطلوب ہے۔ شریعت نے اپنا یہ مشن باحسن الوجوہ پورا کر دیا اور خدائے علیم و خبیر کے منشا کی تکمیل کر دی۔ اس نے ریگ زارِ عرب کے شتربانوں کو دنیا کی پیشوائی اور سیادت کے مقام پر پہنچا دیا۔ اور ان بدوؤں کو انسانیت کا معلم و ہادی بنا دیا جو نرے جاہل اور اجڈ گنوار تھے۔

مسلمان جب تک شریعت پر عامل رہے شریعت نے انھیں برابر یہ ثمرات دیئے۔ شریعت کو اپنا اصولِ عمل بنا کر وہ ہمیشہ کامیابیوں سے ہم کنار رہے۔ دورِ اوّل کے مسلمانوں نے اسے اپنایا جو بظاہر قلیل التعداد، کمزور اور ہر وقت اس اندیشہ میں گھرے تھے کہ کہیں دوسری قوموں کے دستِ تعدی کا شکار نہ ہو جائیں اور بیس سال کے قلیل عرصے میں ان پستیوں سے بلند ہو کر ساری دنیا کے امام و پیشوا اور انسانیت کے ہادی و رہنما ہو گئے۔ یا تو پستی و گمنامی کا یہ عالم تھا کہ اقوامِ عالم میں ان کا کوئی مقام ہی نہ تھا یا یہ حال ہو گیا کہ ہر طرف انہی کا بول بالا تھا اور چار دانگ عالم میں انہی کے نام کا ڈنکا بج رہا تھا۔ یہ سب ایک شریعت ہی کا معجزہ تھا، جو ان کا اوڑھنا بچھونا تھی۔ جس نے انہیں علم کی دولت دی، ادب سے روشناس کیا۔ دلوں کو جلا دی۔ احساسات و خیالات میں شائستگی پیدا کی۔ عزت و کرامت کا شعور بخشا۔ کامل مساوات، اور عدل کی فضا بنائی۔ نیکی اور بھلائی میں تعاون

کو لازم قرار دیا اور برائی اور گناہ سے دور رکھا۔ جہالت اور نفس پرستی کے اندھیروں سے نکال کر حریتِ فکر و ضمیر عطا کی۔ اور انہیں یہ بات ذہن نشین کرا دی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ان کا فریضۂ حیات اور مقصدِ وجود ہے۔ ایمان باللہ کے زیور سے آراستہ ہو کر انہیں یہی کام انجام دینا ہے اور ساری دنیا کے سامنے یہی پیغام رکھنا ہے۔

جب تک مسلمانوں کا شریعت سے رابطہ قائم رہا۔ ان کا یہی حال تھا۔ پھر جب انہوں نے اسے چھوڑ دیا تو ان کا وہ مقام بھی جاتا رہا۔ یا تو ترقیوں اور کامیابیوں کی راہ پر گامزن تھے، یا پھر ان اندھیریوں میں پلٹ آئے جن میں عرصے تک ٹامک ٹوئیے مار رہے تھے۔ اور ہر ظالم و جابر کے ظلم و ستم کا شکار تھے۔

اس پستی کے عالم میں اہل یورپ کی طرف ان کی نگاہیں گئیں اور اُن کی ترقیوں نے ان کی آنکھیں خیرہ کر دیں۔ انہوں نے سوچا کہ اہل یورپ کی ترقی کا راز ان کے ترقی یافتہ قوانین اور اصول میں پوشیدہ ہے چنانچہ ان کی نقل شروع کر دی اور اپنے آپ کو ان کے طرز پر ڈھالنا چاہا لیکن یہ کوئی ان کے مرض کا علاج نہیں تھا، بلکہ اُلٹا مرض بڑھانے والی تھی۔ چنانچہ اس غلط نقالی نے ضلالت و گمراہی، ذلت و ناداری اور ضعف و کمزوری کے ساتھ ساتھ، انہیں ٹکڑے ٹکڑے کرکے رکھ دیا اور مختلف فرقوں اور گروہوں میں بانٹ دیا۔ ہر گروہ اپنے آپ میں مست تھا اور کسی کو خاطر میں نہ لاتا تھا۔ پھر ان کے درمیان ایسی جوتی پیزار شروع ہو گئی کہ تحسبھم جمیعا وقلوبھم شتّٰی کا منظر سامنے آ گیا۔

اگر مسلمانوں کے اچھے دن ہوتے تو یہ کھلی ہوئی حقیقت ان کی نگاہوں سے اوجھل نہ رہتی کہ ان کی شریعت ہر لحاظ سے کامل اور ہر قسم کے نقص سے پاک ہے۔ اپنے دامن میں سوسائٹی کی ترقی کے تمام اصول و آئین رکھتی ہے۔ قوموں کے عروج کے دن ہوں یا زوال کے آثار ہر حال میں ایک شریعت ہی ان کے لیے صحیح دستورِ عمل ہے، اور یہی ان کی ترقی کی ضامن ہو سکتی ہے۔ اس لیے کہ اس کا مقصود ایک صالح سوسائٹی کا روبراہ لانا اور اسے ترقی کی راہیں دکھانا ہے۔

مسلمانوں کی تاریخ میں خود عبرت و نصیحت پذیری کا بہت بڑا سامان ہے۔ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ مسلمانوں کو زندگی بخشنے والی یہی شریعت ہے۔ اسی نے انہیں تمام قوموں کی امامت عطا کی تھی اور تمام قوموں پر غلبہ و تسلط بخشا تھا۔ اس سے اس بات کا بھی ثبوت ملتا ہے کہ مسلمانوں کی زندگی ترقی اور کامیابی سب اسی پر منحصر ہے اور اس کو اپنا دستورِ عمل بنانے ہی میں ان کی بقا ہے۔ شریعت ہی مسلمانوں کی اصل بنیاد ہے۔ بلکہ وہ مسلمان ہیں ہی اس لیے کہ اسلامی شریعت کے ماننے والے ہیں۔

آگے بڑھنے سے پہلے اس بات کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ آج اگر قوانین موضوعہ نے سوسائٹی کی رہنمائی و توجیہ کو قانون کی غرض بنا لیا ہے، تو یہ ان کی کوئی جدت نہیں ہے۔ بلکہ اس باب میں وہ شریعت کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، جس کا آج سے تیرہ سو سال پہلے ہی سے یہ اصول ہے کہ وہ سوسائٹی کی تعمیر کرتی ہے، اسے صحیح رُخ پر ڈالتی ہے پھر اس کے معاملات کی تنظیم کرتی ہے۔ اگر آج علمائے قانون ایک نئے اصول کو پالینے کے بلند بانگ دعاوی کرتے ہیں تو یہ ان کی خوش فہمی ہے یا حقیقت سے ناواقفیت۔

۱۹ شریعت کو قانون سے ممتاز کرنے والی چند جوہری خصوصیات | ان بنیادی اختلافات کی توضیح کے بعد، اب ہم آسانی کے ساتھ شریعت کی وہ جوہری خصوصیات معلوم کر سکتے ہیں: جو اسے قوانین موضوعہ سے ممتاز کرتی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ وہ تمام امور جن میں شریعت قوانین سے مختلف ہے اس کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ اس لحاظ سے بیان کردہ اختلافات کی روشنی میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ شریعت قوانین کے مقابلے میں تین امتیازی خصوصیات رکھتی ہے۔

پہلی خصوصیت اس کا کمال ہے یعنی ایک کامل و مکمل شریعت کو جن قواعد و اصول اور نظریات کی ضرورت ہو سکتی ہے وہ سارے کے سارے اس میں موجود ہیں۔ اور اس اعتبار سے وہ دوسروں کی خوشہ چینی سے قطعاً بے نیاز ہے۔ حال سے گزر کر مستقبل بعید میں بھی وہ سوسائٹی کی تمام ضروریات کی پوری طرح کفیل ہو سکتی ہے۔

دوسری خصوصیت اس کی رفعت و بلندی ہے۔ یعنی اس کے قواعد و اصول سوسائٹی

کی سطح سے بلند درجہ پر فائز ہیں، اور ان کی یہ بلندی ہمیشہ قائم رہنے والی ہے۔ یہ کچھ ایسے اصول و نظریات کی حامل ہے کہ خواہ سوسائٹی کتنے ہی ترقی کے منازل کیوں نہ طے کرے اور اس کی سطح کتنی ہی بلند کیوں نہ ہو جائے، اس کی بلندی قائم ہی رہے گی۔

تیسری خصوصیت اس کا دوام ہے۔ یعنی خواہ کتنی ہی مدت گزر جائے اور کیسے ہی حالات بدل جائیں، شریعت کی نصوص میں نہ اصلاح و ترمیم کی گنجائش ہے، نہ تبدیلی و تغیر کی۔ اس کی نصوص ہمیشہ قائم و باقی رہنے والی ہیں۔ اور اس شان سے باقی رہنے والی ہیں کہ ہر زمانہ اور حالات کی ضروریات کو پورا کریں۔

شریعت کی یہ تینوں خصوصیات، باوجود اپنی الگ الگ حیثیت کے غور کیا جائے تو ایک ہی اصل سے تعلق رکھتی ہیں اور ایک ہی حقیقت کے مختلف مظاہر ہیں۔ وہ یہ کہ اسلامی شریعت اللہ تعالیٰ کی جانب سے نازل کردہ ہے، اور اسی خالق جلّ وعلا کی بنائی ہوئی ہے۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے نہ ہوتی تو اس میں کمال، رفعت و بلندی اور دوام کی یہ شان نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ یہ خصوصیات ایک قادر مطلق خالق کی صنعت میں تو ہو سکتی ہیں۔ لیکن کمزور و عاجز مخلوق کی کسی صنعت میں اس کا ہونا ناممکنات سے ہے۔

۲۰۔ متذکرہ خصوصیات پر دلائل | خصوصیات کی اس وضاحت کے بعد یہ امر بحث طلب رہ جاتا ہے کہ شریعت میں یہ ساری خصوصیات موجود ہیں کہ نہیں۔ اس کے لیے ہم ذیل میں اسلامی شریعت کے چند اہم نظریات اور اصول پیش کر رہے ہیں۔ جنہیں یا تو قوانین موضوعہ نے بعد میں چل کر اپنا لیا ہے یا ابھی تک ان سے تہی دامن ہی ہیں۔ ہم دیکھیں گے کہ ان (اصول و نظریات) میں یہ ساری خصوصیات بدرجۂ اتم پائی جاتی ہیں۔ اس سے آگے بڑھ کر ہم نے اس کتاب میں جن جن اصول و قوانین کا ذکر کیا ہے، اور جو قواعد بھی زیر بحث آئے ہیں ان سب میں یہ ساری صفات پائی جائیں گی۔ یہ حقیقت واقعہ ایسی زبردست اور ناقابل انکار شہادت ہے کہ اس کے بعد مزید کسی دلیل و حجت کی ضرورت نہیں رہتی۔